ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور اردو شاعرات بالخصوص 'ادا جعفری' کی شاعری (ایک جائزہ)

عاصمہ کوثر، پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

ڈاکٹر عقیلہ بشیر، پروفیسر، شعبہ اُردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

ABSTRACT:

Dr. Farman Fatehpuri, a renowned scholar in Urdu literature, presents a comprehensive critical analysis of Urdu female poets in his unique work"Sirf Shairaat". Despite societal limitations, these female poets have left an indelible mark on the field. The book focuses on 33 female poets, including Zahida Khatoon Sherani, Ghazal Khakwani, and the iconic Ada Jafri. Dr. Fatehpuri provides concise introductions and samples of their poetry, emphasizing critical evaluation over historical chronology.Ada Jafri, celebrated for her progressive mindset and unique style, receives significant attention. Her notable collections like "Me Saaz Dhondti Rahe" and "Shehr-e-Dard" are meticulously examined, highlighting her enduring impact. Dr. Fatehpuri underscores Ada Jafri's groundbreaking use of satire and irony, which influenced subsequent poets such as Zahra Nigar and Fehmida Riaz. Through this exploration of Urdu female poets, the book not only pays tribute to their invaluable contributions but also prompts a reevaluation of their rightful place within the rich tapestry of Urdu poetry. With insightful analysis and appreciation, Dr. Fatehpuri's work amplifies the artistic brilliance of these remarkable female voices.

Keywords: Dr. Farman Fatehpuri, Urdu literature, female poets, critical analysis, Ada Jafri, progressive mindset, unique style, Urdu poetry, contributions, Zahida Khatoon Sherani, Ghazal Khakwani, literature review, literary analysis, societal limitations, enduring impact, satire, irony, Zahra Nigar, Fehmida Riaz, artistic brilliance,

ڈاکٹر فرمان فتح پوری ایک ہمہ جہت ادبی شخصیت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ اردو ادب کے بہترین محقق، نقاد اور اہم مصنفین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اردو ادب کے لیے گرانقدر خدمات سر انجام دی ہیں، اردو لسانیات و تدریس سے لے کر تمام اصناف سخن پر انہوں نے کئی کتب تحریر کیں۔ داستان، شاعری اور نثر کے

کئی موضوعات کو انہوں نے اپنی تحقیق و تنقید کا موضوع بنایا۔ اردو ادب کے کئی شعراء اور ان کی تصانیف اور شاعری کا نہ صف تحقیقی بلکہ تنقیدی جائزہ بھی پیش کیا۔

اردو شاعری کی اگر بات کی جائے تو فرمان صاحب نے اردو شاعرات کی شاعری اور فن کو نہ صرف سراہا بلکہ اس موضوع پر ان کی کتاب "صرف شاعرات" اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ خواتین شعراء کے فن کے کس قدر اعتراف کرنے والے ہیں۔ جس میں انہوں نے اردو ادب میں خواتین شعرا کے فن کا ایک جائزہ پیش کیا۔ اردو ادب کی تاریخ میں کئی خواتین شعرا سامنے آتی ہیں لیکن آغاز سے ہی جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ معاشرتی دباؤ ہمیشہ سے ایسا رہا کہ مشرق میں خواتین کو بحیثیت شاعرہ اُبھر کر سامنے آنے کا موقع نہ ملا۔ اگرچہ اُردو شاعرات کے متعدد تذکرے انیسویں صدی میں لکھے گئے۔ اور ان میں شاعرات کی کافی تعداد کا تذکرہ ہے لیکن ان میں سے کسی بھی ایک شاعری کو میدان سخن میں مردوں کے ہم سر اور حریف بن کر نمایاں ہونے کا موقع میسر نہ آسکا۔ پدری معاشرہ میں خواتین کو مشرق میں بحیثیت شاعرہ پوری طرح اُبھر کر سامنے آنے کا موقع میسر نہ اایا۔ لائق سے لائق شاعرہ کو کبھی طوائف تو کبھی کسی کا نام دیا گیا اور کبھی شاعر کے بجائے متشاعر ٹھہرا کر مرد شاعر کی پروردہ قرار دے کر کم رتبہ اور بے توقیر کیا گیا۔

انیسویں صدی کے اختتام سے لے کر بیسویں صدی کے نصف اول تک یہی صورتحال رہی۔ اس کے بعد جدید تعلیم اور قومی تحریکوں کے زیر اثر چند خواتین معاشرے کے اس دباؤ سے نکل کر سامنے آئیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری اپنی کتاب کے آغاز میں لکھتے ہیں:

> "سب سے پہلے معتبر و انقلابی شاعری کی حیثیت سے (ز۔ح۔ش) زاہدہ خاتون شیروانی سامنے آئیں۔ پھر ادا جعفری نے قدم جمایا بعد ازاں دیگر شاعرات سامنے آتی گئیں اور کارواں بنتا گیا۔" (۱)

صرف شاعرات سے پہلے کی بات کی جائے تو 'بہارستان ناز' (۱۸٦٤) کا اس میں ذکر ہے۔ مصنف حکیم محمد فصیح الدین اردو شاعرات پر اہم اہم تذکرہ ہے جس میں شاعرات کے حالات زندگی کو بہت مختصر انداز میں پیش کیا گیا ہے اور ان کے کلام کا نمونہ بھی بہت کم ہے۔ "چمن انداز" (۱۸۷٦) اردو شاعرات پر ایک اور تذکرہ ہے جس کے مصنف دُرگاہ پرشاد نادر کھتری دہلوی ہیں، ان کو سوانح اور تذکرہ نگاری سے خاص دلچسپی تھی۔ ان کے یادگار تذکرے "گلشن ناز" اور "چمن انداز" ہیں۔ "چمن انداز" اردو زبان میں ہے اور اس میں ۱٤۱ شاعرات کا ذکر ہے۔ اس تذکرہ

میں بھی شاعرات کے حالات زندگی مختصر اور کلام کے نمونے بھی مختصراً بیان کئے گئے ہیں۔ تاہم ان کی ایک تاریخی اہمیت ہے۔

۱۹۵۰ء یعنی بیسویں صدی کے نصف دوم کے آغاز سے پہلے خواتین اہل قلم نے اردو شاعری، اردو افسانہ، ناول اور تحقیق و تنقید سب موضوعات کو اپنے احاطہ تحریر میں لے لیا۔ جہاں تک شاعری کا تعلق ہے تو شعری تاریخ پر نظر دوڑائیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ صنف نازک نے روز اول سے ہی تخلیق شعر میں مردوں کے شانہ بہ شانہ آغاز کیا۔ قدیم ترین شاعرہ سیفو کا نام ملتا ہے جو کہ ایک یونانی شاعرہ ہے بلکہ قدامت کے اعتبار سے خواتین کا نام مردوں سے پہلے آتا ہے۔ اس کی مثال رابعہ بنت کعب کی ہے جو فارسی کی پہلی شاعری ہیں۔ پھر ترکی زبان کی مشہور شاعرہ نگار بنت عثمان کی ہے جو کہ انیسویں صدی کی نہ صرف ایک نامور شاعرہ ہیں بلکہ عالم زبان اور اسکالر ہیں۔ برصغیر کی تاریخ میں میرا بائی کا نام قابل ذکر ہے۔ میرا بائی بارہویں صدی عیسویں سے تعلق رکھتی ہے۔ قدیم ہندی، اودھی زبان میں ان کی شاعری ایک قیمتی اثاثے کی حیثیت رکھتی ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنی کتاب "صرف شاعرات" میں ان شاعرات کا مختصراً ایک جائزہ پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں ۳۳ شاعرات کا ایک مختصر سا تعارف اور ان کے کلام کے نمونے کو پیش کیا گیا ہے جو کہ درحقیقت ایک تحقیقی حیثیت کا حامل نہیں اور نہ ہی ان میں تاریخی و زمانی تسلسل کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس کتاب میں شاعرات کا ذکر ان کے ناموں کو بلحاظ حروف تہجی مرتب کیا گیا ہے۔ یہ صرف اور صرف ان کی شاعری کا ایک مختصر تعارف اور اخباری کالموں کا حصہ ہے جو اس کتاب میں یکجا کر دیا ہے اور آخری صفحات میں قدیم تذکرے 'بہارستان ناز' اور 'گلشن انداز' کا ایک تعارف پیش کر کے فرمان صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خواتین نے اردو شاعری کے تاریخی دھارے میں شامل رہنے کی روز اول سے ہی کوشش کی ہے۔

۳۳ شاعرات کی شاعری پر مضامین اس کتاب میں موجود ہیں جن میں اہم نام ادا جعفری، رابعہ بنتِ کعب، ز۔خ۔ش (زاہدہ خاتون شیروانی) غزالہ خاکوانی، ماہ لقا چندا بائی، نجمہ عثمان، وحیدہ نسیم، بینا حسن، نسیم سید، یاسمین گل اور نوشی گیلانی قابل ذکر ہیں۔ "صرف شاعرات" کا سب سے پہلا مضمون محترمہ ادا جعفری کی شاعری سے متعلق ہے جس میں فرمان صاحب ان کی شاعری کا بھرپور جائزہ لیتے ہیں۔

کوئی کونپل نئی پھوٹی تو یہ جانا میں نے
دے دیا دہر کو جینے کا سندیسا میں نے

برجبیں طلعت کے بارے میں فرمان صاحب کا کہنا ہے کہ برجبیں طلعت نظامی ہمہ جہت صلاحیتوں کی مالک ہیں۔ بینا حسن کی شاعری کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

"وہ شعر کہتی نہیں بلکہ شعر خود کو ان سے کہلواتا ہے۔ زیادہ حیرت اس
بات پر ہوئی کہ بینا جو کچھ دیکھتی ہے اُسے دوسروں کو دکھانے کا ہنر بھی
جانتی ہیں۔"(۲)

مزید بتاتے ہیں کہ بینا حسن شاعری کو کھیل نہیں سمجھتی بلکہ وہ دیدۂ بینا رکھتی ہیں۔

اگر خودی ہے تو ہم دل کے زخم سی لیں گے
یہی بہت ہے کہ ہم سر اُٹھا کے جی لیں گے

دل کو ہے اس تلاشِ مسلسل نجانے کیوں
ڈوبی ہے کوئی نائو مرے دل کے آس پاس

حمیرا رحمان کی شاعری میں سچائی، شگفتگی کے ساتھ ساتھ حقیقت پسندی بھی ہے۔ ان کی غزلوں میں احساس کی شدت اور شعور گہرائی پائی جاتی ہے۔ رابعہ فارسی کی پہلی شاعری کے بارے فرمان صاحب کا کہنا ہے کہ :

"رابعہ فارسی کی پہلی قابل ذکر شاعرہ ہے بلکہ وہ فارسی ادب کے
معماروں اور محسنوں میں شمار کئے جانے کے لائق ہے۔ اس کے
کلامیں تصنع و تکلف یا رسمی باتوں کا ذکر نہیں بلکہ آپ بیتی کی جھلک ہے
۔اس میں حسن واثر وزور تینوں چیزیں موجود ہیں۔"(۳)

نجمہ عثمان کے اشعار میں جذبات کی سچائی اور محبت کے درخشاں نقوش کا بھرپور اظہار ہے۔ زبان کی سادگی اور سوز و گداز ان کے کلام کی خصوصیات ہیں۔ نسیم کلثوم کو فرمان صاحب نے غمِ نشاط کی شاعرہ قرار دیا ہے۔ ماہ لقا چندا بائی کے بارے میں فرمان صاحب کا کہنا ہے کہ اردو شاعری کی تاریخ میں خاتون شاعرہ کی حیثیت سے ان کا نام اور کام تادیر زندہ رہے گا۔

ماہ لقا چندا بائی، کلاسیکی شاعری کا معتبر نام ہے۔ تذکروں میں ان کا ذکر مختصر ہے لیکن بیسویں صدی میں ان کی زندگی اور کام کی طرف توجہ دی گئی "حیات ماہ لقا" کے نام سے غلام ہمدانی گوہر نے حیدر آباد دکن ۱۹۰۶ء میں مختصر سی کتاب شائع کی جس میں ان کے مختصر حالات زندگی کے ساتھ شاعری کے مختلف نمونے ملتے ہیں وہ ایک صاحبِ دیوان شاعرہ تھیں اور ہر صنف سخن پر طبع آزمائی کرتی تھیں۔

نوشی گیلانی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے شعبہ اردو میں استاد تھیں۔ فرمان صاحب کا مضمون نوشی گیلانی، حوصلہ مند شاعرہ کے نام سے "صرف شاعرات" میں موجود ہے۔ جس میں وہ ان کی شاعری کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔ ان کیکلام کی روانی اور بیان کی شگفتگی صاف ظاہر کرتی ہے کہ ان کی شاعری ذہنی ریاضت کا نتیجہ نہیں بلکہ درون خانہ ہنگاموں کے دبائو کا حاصل ہے۔

نوشی گیلانی کہتی ہیں:

اپنی عمر گنوادی
بستی کے سب لوگوں نے
مجھ کو
یاتو پتھر سمجھا
یاپھر موم کی گڑیا

فرمان فتح پوری نوشی گیلانی کی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

"نوشی گیلانی کے شعری پیکروں میں معنی کی عجیب وغریب خوشبو ہے۔ پھولوں کی، رنگوں کی، جذبوں کی صداقت کی احساس کی لطافت کی اور سوچ کی بلندی و پاکیزگی کی۔ ان کی شاعری میں ہوا اور موجِ ہوا کے استعارات کو خاص دخل ہے۔"(٤)

اگرار دو شاعرات کی بات کی جائے تو ادا جعفری کا نام اردو شاعری میں ایک اہم اور معتبر نام جانا جاتا ہے۔ ادا جعفری کا شمار بہ اعتبار طویل مشق سخن اور ریاضت صف اول کے معتبر شعراء میں ہوتا ہے۔ وہ کم وبیش چالیس پنتالیس سال تک شعر کہتی رہیں۔

فرمان صاحب ادا جعفری کی شعر گوئی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ادا جعفری اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو آرائش خم کا کل کے لیے نہیں اندیشہ ہائے دور دراز کے لیے صرف کر رہی ہیں۔ شعر گوئی کو وقت گزاری کے مشغلے کے طور پر نہیں بلکہ فرئضہ وعبادت جان کر اپنائے ہوئے ہیں۔ صلہ وستائش کے لیے نہیں خود کو عذاب آگہی سے نجات دلانے کے لیے مسلسل لکھے جارہی ہیں۔اس طرح سے شعر وادب کے

> باشعور قاری کے مطالعے اور گفتگو کا موضوع بنی ہوئی ہیں۔ یہ مقام امتیاز ان کو آسانی سے ہاتھ نہیں آیا اس منزل تک پہنچنے کے لیے ادا جعفری کو بڑے کٹھن مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے۔"(۵)

"ادا جعفری فن و شخصیت" مرتبہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، امرائو طارق کے آغاز میں فرمان صاحب بتاتے ہیں کہ انہوں نے ایک محفل میں ادا جعفری کو اردو شاعری کی خاتون اول قرار دیا تھا۔ بعض احباب کو یہ بات غلط لگی۔ ادا جعفری کو رسمی تاریخ نگاری یا شاعرات کی نام شماری میں اردو کی پہلی شاعرہ قرار دنہیں دیا جا سکتا۔ بقول فرمان صاحب میں نے ادا جعفری کو اردو شاعری کی خاتون اول ان معنوں میں کہا تھا جن معنوں میں محمد حسین آزاد نے "آب حیات" میں ولی دکنی کو اردو شعری کا باوا آدم کہا تھا بلکہ آزاد کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ولی سے پہلے کئی صاحبِ دیوان شاعر گزر چکے ہیں۔ ولی کو باوا آدم کہنے کا مطلب بہ اعتبار فن و فکر ہر زاویے سے قابل قدر و معتبر اور زندہ رہنے والا ہے۔

"کتاب سے پہلے" میں فرمان صاحب لکھتے ہیں کہ:

> "ادا جعفری، اردو شاعری کے افق پر، اردو ادب کی سب سے بڑی تحریک و تنظیم، ترقی پسند مصنفین کے ساتھ ساتھ نمودار ہوئیں اور بہت جلد اپنی غیر معمولی تخلیقی صلاحیتوں کی بدولت، فیض احمد فیض کی طرح اپنے دھیمے، میٹھے اور دلآویز لہجے کے ذریعے قارئین کے دلوں میں اپنا گھر بناتی چلی گئیں۔"(٦)

فرمان صاحب نے ماہنامہ "نگار" کو خاص نمبر "ادا جعفری نمبر" کو شائع کیا تو اس کی وجہ یہ بیان کی کہ ترکی میں اردو کے پروفیسر ڈاکٹر انوار احمد کا تحقیقی مقالہ بعنوان "نگار، بنت عثمان اور نیاز فتح پوری" نظر سے گزرا تو یہ بات ثابت ہوئی کہ ماہنامہ نگار کی اصل محرک ترکی زبان کی نامور شاعرہ نگار بنتِ عثمان ہیں اور نیاز فتح پوری نے اپنے ماہنامے کا نام نگار بنتِ عثمان کی یاد و احترام کی نسبت سے رکھا تھا۔ اب تو ضروری تھا کہ کم از کم نگار کا ایک سالنامہ کسی خاتون شاعرہ کے لیے وقف کیا جائے، ظاہر ہے ادا جعفری کے ہوتے ہوئے کسی اور شاعرہ کا انتخاب مناسب و ممکن نہ تھا۔

ادا جعفری نمبر سالنامہ نگار ۱۹۹۸ء میں منظر عام پر آیا جس میں ۳۹ مضامین ایسے شامل کئے گئے جن میں ادا جعفری کے فن اور شخصیت اور شاعری کے محاسن کو بیان کیا گیا ہے۔ پھر اسی سالنامہ کو کتابی صورت میں "ادا جعفری" فن اور شخصیت کے نام سے شائع کیا گیا۔

☆ میں ساز ڈھونڈتی رہی — قاضی عبدالغفار

☆ جو رہی سو بے خبر ہی رہی — احمد ندیم قاسمی

☆ ادا جعفری ممتاز مفتی

☆ اردو شاعری کی خاتونِ اول — سید ضمیر جعفری

☆ ادا جعفری، شاعری کا معتبر نام — ڈاکٹر فرمان فتح پوری

☆ ادا جعفری کے ہائیکو — ڈاکٹر انور سدید

☆ اردو کی عہد آفریں شاعرہ — محسن بھوپالی

☆ ادا جعفری کی غزل — احمد ہمدانی

☆ ادا جعفری اور متاعِ قلم — ڈاکٹر حنیف فوق

☆ ادا کی شادی پس منظر و پیش منظر — مختار زمن

☆ شہر درد — فیض احمد فیض

درج بالا مضامین ادا جعفری کے فن شاعری کو اُجاگر کرتے ہیں۔ اور ادا جعفری کی شاعری کے نمونے بھی ان مضامین میں شامل کئے گئے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا مضمون "ادا جعفری شاعری کا معتبر نام" سے اس کتاب میں شامل ہے جس میں ڈاکٹر صاحب نے ادا جعفری کی شاعری کا فنی و فکری جائزہ پیش کیا۔ فرمان صاحب اس حوالے سے ان کی شاعری کے نکتہ آغاز کی بات کرتے ہیں کہ ادا جعفری کی سخن سرائی کی آغاز تحریک ترقی پسند کے دورِ شباب کے بعد دوسری جنگِ عظیم کی فضا اور پاک و ہند کی تحریک آزادی کے پر آشوب ماحول میں ہوتا ہے۔ یہ فضا ۱۹۴۰ء سے ۱۹۵۰ء کے درمیانی عرصے سے خاص تعلق رکھتی ہے۔ اس دہائی میں ادا جعفری اپنے دورِ شباب میں تھیں۔ یہ دہائی سماجی، سیاسی اور شعری و ادبی ہر لحاظ سے پُر سوز اور ہنگامہ خیز دہائی تھی۔ ایک طرف برطانوی سامراج سے نجات پانے کی جنگ اور دوسری طرف تحریک پاکستان کے تحت تقسیم ہندوستان کا مسئلہ اور سب سے سنگین مسئلہ کہ آزادی کے بعد براعظم کی قومی زبان کیا ہو گی۔ اردو یا ہندی۔ اس سیاسی و سماجی ہلچل نے جہاں زندگی کے دوسرے مسائل کے بارے میں غور و فکر کے نئے دریچے کھول دیئے تھے وہاں ادب و زندگی پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے، ن۔ م راشد، میرا جی کی شاعری قابل توجہ سمجھی جانے لگی تھی۔ شاعروں کی معرفت جگر مراد آبادی کی قیادت میں اردو غزل از سر نو قبول عام کے منصب پر فائز ہو رہی تھی۔ دوسری طرف مقفیٰ و پابند نظم کے ساتھ جدید نظم، معریٰ اور آزاد دونوں صورتوں میں

اپنے قدم جمارہی تھی۔ جوش کی سیاسی، اختر شیرانی کی رومانی، احسان دانش کی سماجی اور حفیظ جالندھری کی اسلامی و تاریخی نظمیں شعری اُفق پر چھائی ہوئی تھیں اور علامہ اقبال کی شاعری کا سایہ اس دور کی پوری شاعری کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھا۔ مختصراً یہ کہ اسی دور ۱۹۴۰ءاور ۱۹۵۰ءکے درمیان ادا جعفری نے بحیثیت شاعر نے جس دور میں آنکھ کھولی اس میں کئی اسالیب شعری اور نظریاتِ حیات پرورش پارہے تھے وہ یوں مخاطب ہوئی۔

اے واردانِ تازہ بساط ہوائے دل
میری سنو جو گوش نصیحت بنوش ہے

اسی طرح کے حالات میں کسی نئے شاعر کا سر اُبھارنا اور اپنی آواز کو اعتماد سے بلند کرنا آسان کام نہ تھا۔ یہ سنجیدہ مقبولیت کا دور فراق، فیض احمد فیض اور اختر الایمان کا دور تھا۔ انھیں کے ساتھ مجید امجد، مجروح ساغر، مجاز احمد ندیم قاسمی، ساحر اور سردار جعفری کی آوازیں بھی کم پُرکشش نہ تھیں۔ لیکن ان سب میں ادا جعفری کا کمال یہ ہے کہ وہ بعض دوسروں کی طرح سب سے کسب فیض کرنے کے باوجود اپنے آپ کو غیر مستحسن اور تقلید واثر سے بچالے گئیں۔ ادا جعفری کو بڑی دِقتوں کا سامنا کرناپڑا وہ اپنے راستے کی تلاش میں برسوں سرگرداں رہی ہیں۔

ادا جعفری کے ابتدائی دور اور ذہنی کش مکش کو فرمان صاحب یوں بیان کرتے ہیں:

"چنانچہ ۱۹۴۰ء اور ۱۹۵۰ء کے درمیان عرصے میں وہ کبھی جاوے کی تلاش میں رہیں، کبھی منزل کی۔ کبھی راہبر کو تکتی رہیں۔ کبھی راستے کو، کبھی اپنے آپ سے دست و گریباں رہیں اور کبھی اپنے گردوپیش سے۔ کبھی کسی کو ہم راز بنانے کی کوشش کرتی رہیں اور کبھی اپنے گردوپیش سے۔ کبھی اپنی ذات کے خول سے نکل کر اجتماعیت میں کھو جانے کی کبھی اجتماعیت کو اپنی ذات میں سمو لینے کی۔ لیکن اس عالم تذبذب میں بھی وہ کبھی از خود رفتہ یا برافروختہ نہ ہوئیں۔ ان پر کبھی مایوسی کا غلبہ نہ چھایا۔ وہ ہمہ وقت بے چین و مضطرف رہیں۔"(۷)

اپنی اس بے چینی اور اضطرابی کو اپنے پہلے مجموعہ کالم "میں ساز ڈھونڈتی رہی" میں ظاہر کرتی ہیں۔

"میں ساز ڈھونڈنے لگی
میں محوِ جستجو رہی
مجھے وہ ساز دلنواز آج تک نہ مل سکا،

بہار بیت ہی چکی خزاں بھی بیت جائے گی
مگر میں ایک سوچ میں پڑی ہوں آج بھی
وہ میری آرزو کی نائو کے سکے گا یا نہیں
نظام نو بھی مجھ کو ساز دے سکے گا یا نہیں

(میں ڈھونڈتی رہی)

قاضی عبدالغفار ۱۹٤۷ء میں، میں ساز ڈھونڈتی رہی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان کے کلام میں قدیم اور فرسودہ نظام زندگی کے خلاف بغاوت کا ایک بے پناہ جذبہ کارفرما ہے۔ان کی آواز سراپا طلب اور احتجاج ہے۔ان کے اندازِ بیان سے ایک ایسی قوت ارادی مترشح ہے جس کے بغیر جدید ادب کے کسی معمار کا پیام موثر نہیں ہو سکتا۔"(۸)

۱۹٤۷ء میں ادا جعفری کا دوسرا شعری مجموعہ "شہر درد"منظر عام پر آیا۔ جس سے یہ پتہ چلا کہ ۱۹٥۰ء تک زندگی کے شب کدے میں ادا جعفری کو جس نور کی تلاش تھی وہ نور انہیں مل گیا۔یوں لگتا ہے جیسے دوپہر کی کڑی دھوپ میں چلنے والے تھکے ماندے مسافر کو دیوار کا سایہ میسر آگیا ہے۔

بقول ادا جعفری

میری آغوش میں مہکتا ہوا چاند فردا کے خوابوں کی تعبیر ہے
یہ نئی نسل کے حوصلوں کا امیں آنے والے زمانے کی تقدیر ہے

بقول فرمان فتح پوری "شہر درد"ان کے لیے کسی نو عمر لڑکی کے رومان پرور خیالوں کی جولاں گاہ نہیں تھا بلکہ ایک سلیقہ شعار بیوی ایک حوصلہ مند ماں، ایک مہذب مشرقی خاتون اور ایک ذی شعور ذمہ دار شہری کے غور و فکر کے لیے تازہ جہاں معنی تھا۔ ان کی نظمیں "ماں" سترہ دن ۱۹٦٥ء اور ۱۹٦٦ء میں لکھی گئی یہ "شہر درد" کی نمائندہ نظمیں ہیں۔

آرزو لاکے کہاں روٹھ گئی ہے مجھ سے
میں نے جو نقش ابھارا تھا وہ تو نہ تھا
ان کو خورشید درخشاں تو نہیں کہہ سکتے
چند کلیوں کو بہاراں تو نہیں کہہ سکتے

(ماں)

"شہر درد" کی اشاعت پر فیض احمد فیض نے کہا تھا کہ:

"ادا بدایونی جو ساز ڈھونڈتی رہی تھیں غالباً اب ادا جعفری کو "شہر درد" میں ہاتھ آ گیا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اول تو اس مجموعے میں جگر لخت لخت کو جمع کرنے کی کسی کاوش کا پتا نہیں چلتا اور یوں گمان ہوتا ہے کہ یہ نسخہ وفا، ایک ہی مسلسل واردات کے زیر اثر خود تالیف ہو گیا ہے۔"(۹)

"جو رہی سو بے خبری رہی" ادا جعفری کی خود نوشت سوالضمری ہے۔ ادا جعفری نے اپنی خود نوشت سچائی کی بنیاد پر لکھی۔ انہوں نے بہت کم ہی کسی سے گلہ کیا۔ سب سے اپنائیت محسوس کرتیں۔ اپنی خود نوشت میں لکھتی ہیں:

"ایسا نہیں تھا کہ مجھے کبھی کسی سے دکھ نہ پہنچا ہو۔ دوستوں کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں سے واسطہ رہتا ہے مگر جن باتوں نے دل دکھایا انہیں یادوں میں کیوں شریک رکھا جائے۔"(۱۰)

شاعری کی طرح نثر بھی انہوں نے بہت خوبصورت لکھی۔ نجی زندگی کے حقائق کے بیان میں تخلیقی جوہر کم ہی ساتھ دیتا ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے کسی واقعے کو نہ چھپایا۔ خود نوشت کے آخری صفحہ پر لکھتی ہیں:

"اب لکھتے لکھتے اچانک یہ دھیان آیا کہ کیا ہم خود کو اتنا جانتے ہیں کہ اپنے بارے میں کچھ لکھ بھی سکیں۔ اپنے آپ سے متعارف ہونا مجھ جیسی ایک محدود علاقے میں عمر بسر کرنے والی کے اختیار میں کہاں زندگی کے بحر بیکراں میں اپنا پتہ کس نے پایا ہے۔"(۱۱)

شہر درد کے بعد ادا جعفری کے دو شعری مجموعے "غزالاں تم تو واقف ہو" (۱۹۷۴ئ) اور "ساز سخن بہانہ ہے" (۱۹۸۲ئ) شائع ہوئے۔ دونوں مجموعے ہر اعتبار سے ادا جعفری کی تخلیقی دسترس و گہرائی کے مظہر ہیں۔ فرمان صاحب ان کے دونوں مجموعوں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"یہ مجموعے مشرق کی صالح روایات کے ترجمان و پاسبان بھی ہیں اور مغرب کی مثبت اقدارِ حیات کے داعی و پاسدار بھی۔ ان میں طرز کہیں پر اڑنے اور آئین نو سے ڈرنے کی کیفیت کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ نہ

کلاسیکیت کی سخت گیری کہیں نظر آتی ہے نہ جدیدیت کی انتہا پسندی
بلکہ قدیم و جدید ایک دوسرے میں پیوست ہو کر ایک نئے اسلوب
شعری کو جنم دیتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ حُسن جہاں کہیں بھی ہو
وہ ادا جعفری کا ازلی رشتہ دار ہے۔"(۱۲)

ادا جعفری کی شاعری حسن خیال، حسن عمل اور حسن آفرینی کی بہترین مثال ہے۔ ان کا ندرت خیال ان کے تخلیقی مزاج کی شناخت ہے۔ کلاسکیت ہو یا جدیدیت اگر زندگی کی حسن آفرینی میں مددگار ہو تو ممدوح و معارف وگرنہ ان میں سے ہر ایک مردہ خیال، زندگی کے فن کے باب میں یہی وہ نقطہ نظر ہے جو ادا جعفری کو آج سے تقریباً ڈھائی سو سال پیچھے لے گیا۔ ادا جعفری نے راجہ رام نرائن موزوں کے اس شعر:

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

کے بعد ابتدائی ٹکڑے "غزالاں تم تو واقف ہو" کو اپنے مجموعہ کلام کا عنوان بنایا۔ فرمان فتح پوری اس شعر کے حوالے سے ادا جعفری کے فن کا جائزہ لیتے ہوئے بتاتے ہیں کہ یہ شعر ادا جعفری کے ذہن میں بے سبب نہیں آیا۔ ایک المناک تاریخی سانحہ کے تلازم خیال نے انھیں اس کی یاد دلائی ہے۔ اس شعر کا تعلق ۱۸۵۷ء کی جنگ اور سراج الدولہ کی شکست و شہادت ہے۔ یہاں غزالاں استعارہ ہے۔ سراج الدولہ کے دل شکستہ زخم خوردہ سپاہیوں کا "مجنوں" اور دوانہ کے الفاظ سراج الدولہ کا استعارہ میں "ویرانہ" عظیم آباد کی تباہی اور بیرونی سامراج کا قبضہ کا استعارہ ہے۔

ادا جعفری نے بھی اس شعر کے ٹکڑے کو بطور استعارہ سقوط ڈھاکہ مشرقی پاکستان کے تناظر میں استعمال کیا۔ ایک سچے پاکستانی شہری کی حیثیت میں سقوط ڈھاکہ کا سانحہ تلازم خیال کی مدد سے شعر کے اصل تک لے گئی۔ راجہ نرائن موزوں کے مخاطب کل کے شکست خوردہ لوگ تھے اور ادا جعفری کے مخاطب آج کے غم زدہ پاکستانی ہیں۔ ادا جعفری کا مخاطبہ "غزالوں تم تو واقف ہو" بہت خوب صورت اور حقیقت افروز معنی خیز مخاطبہ ہے۔ ان تمام باتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کے اسلوب شعری پر جتنا سایہ کلاسیکی رنگ کا ہے اس سے زیادہ گھنا سایہ جدید رنگ کا ہے۔

ادا جعفری کی شاعری میں ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ انہوں نے زبان و بیان کے قواعد عروضی مسائل میں اصلاح و مشورہ کے لیے اختر شیرانی اور اثر لکھنوی کا انتخاب کیا تھا۔ لیکن ان دونوں شاعروں کا اپنے کلام میں اثر قبول نہ کیا بلکہ اقبال، فانی اور فراق کے اثرات ان کی شاعری میں واضح دکھائی دیتے ہیں۔ فیض کے غنائی اور مدھم لہجے

کے نشانات بھی بعض جگہ ادا جعفری کے ہاں ملتے ہیں۔ پھر بھی ان کا کلام تقلید سے بالکل پاک ہے۔ اردو شاعرات میں ایک معتبر نام اور حوالہ ہونا ان کی شاعری، فن اور انفرادیتِ کلام ہے۔

اردو کی خواتین شعراء کے حوالے سے ان کی شاعری پر نظر ڈالیں تو اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ بیسویں صدی کی ابتدائی تین دہائیوں تک اردو شاعری کی تاریخ میں کسی معتبر خاتون شاعری کا نام نظر نہیں آتا۔ میر تقی میر کے تذکرہ "نکات اشعرا" (۱۷۵۲ئ) اور محمد حسین آزاد کے تذکرہ "آبِ حیات" (۱۸۸۰ئ) تک اردو شعرا کے کم و بیش ستر تذکرے لکھے گئے ہیں۔ ان میں بعض تذکروں میں چند خواتین شعراء کے نام شامل ہیں، تین تذکرے خواتین شعراء کے ہیں۔ دُرگا پرشاد نادر کا "چمن انداز" فصیح الدین کا "بہارستانِ ناز"، عبدالحہ صفا بدایوانی کا "شمیم سخن" ان میں سے ہر ایک میں تقریباً ڈیڑھ سو شاعرات کا ذکر آیا ہے لیکن ان میں بھی ایک نام ایسا نہیں جسے صحیح معنوں میں شاعر کہا جائے۔

بیسویں صدی میں خواتین کو علم و فن کے حصول اور اظہار خیال کے لیے آزادی ملی تو خواتین کو اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا موقع ملا۔ بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں ادا جعفری کے ساتھ دو تین ان کی ہم عصر شاعرات کے نام بھی نظر آتے ہیں لیکن مقام اعتبار ادا جعفری کو میسر آیا۔ ان کی ہم عصر کسی خاتون شاعر کو نہ مل سکا۔ لیکن ان کے موضوعات و محرکات صرف جذبات و محسوسات کی ترجمانی تک محدود نہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری ادا جعفری کے نسائی اثر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "ادا جعفری نے ایک خاتون کی حیثیت سے انسانیت کے بعض ایسے نفسیاتی کوائف اور جذبوں کی ترجمانی بھی کی ہے جو کسی مرد شاعر سے ممکن نہ تھا لیکن وہ اسی دائرے میں گھر کر نہیں رہ گئیں، انہوں نے نسوانی فضا سے آگے بڑھ کر اور ذات کے حصار سے باہر نکل کر عام انسانی فضائے حیات اور مسائل کائنات کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا اور اس خوبصورتی و تواتر کے ساتھ ان کا شمار عصر حاضر کے نمائندہ و معتبر شعراء میں کیا جاتا ہے۔" (۱۳)

ادا جعفری کے چار مجموعہ کلام شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔ میں ساز ڈھونڈتی رہی ۱۹۵۰

۲۔ شہر درد ۱۹۶۷ء (آدم جی ادبی انعام یافتہ)

۳۔ غزالاں تم تو واقف ہو ۱۹۷٤

٤۔ ساز سخن بہانہ ہے ۱۹۸۲

ان کی ایک تحقیقی کتاب "غزل نما" انجمن ترقی اردو کراچی نے بھی شائع کی۔ ماہنامہ "افکار" میں ان کی خود نوشت سوانح 'جو رہی سو بے خبری رہی" قسط وار شائع ہوتی رہی۔ جاپانی صنف سخن ہائیکو پر مشتمل ایک شعری مجموعہ بھی شامل ہوا ہے۔ ادا جعفری کا شعری سفر نصف صدی سے زیادہ عرصے پر محیط ہے۔ لیکن آج بھی ان کا کلام تازہ دم ہے۔ "غزالاں تم تو واقف ہو" کے فلیپ پر فیض صاحب لکھتے ہیں:

"ادا کے لہجے میں ایسی تمکنت ہے جو شاعر کو جہد اظہار میں اپنا مقام ہاتھ آ جانے کے بعد نصیب ہوتی ہے۔"(۱٤)

ادا جعفری نے پہلی بار اردو شاعری میں بطور شاعرہ غزل میں صیغہ تانیثیت کا استعمال کرتے ہوئے اپنے جذبات اور واردات قلبی کا اظہار کیا۔ یہ ان کے مخصوص لہجے کا اعجاز ہے کہ بعد میں آنے والی شاعرات، زہرہ نگار، ممتاز مرزا، وفا، پروین فنا، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض، پروین شاکر نے انہیں اپنا کر شاعرات کی حیثیت سے اعتبار اور امتیاز حاصل کیا۔

تم پاس نہیں ہو تو عجب حال ہے دل کا
یوں جیسے میں کچھ رکھ کے کہیں بھول گئی ہوں
ویرانیاں دلوں کی بھی کچھ کم نہ تھیں ادا
کیا ڈھونڈنے گئے ہیں مسافر خلاؤں میں

حوالہ جات

۱۔ فرمان فتح پوری، صرف شاعرات، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۲۱ئ، ص: ٦

۲۔ ایضاً، ص: ۳۵

۳۔ محمد اصغر کاظمی، سید، فرمان شناسی کے چند کرشمے، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ئ، ص: ۲۰٦

٤۔ فرمان فتح پوری، صرف شاعرات، ص: ۱٦۰

۵۔ ایضاً، ص: ۱۰

۶۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، امرائو طارق (مرتبہ) ادا جعفری فن و شخصیت، حلقہ نیاز و نگار، کراچی، طبع اول، ۱۹۹۸ئ، ص:۱۵، ۱٤
۷۔ فرمان فتح پوری، صرف شاعرات، ص:۱۵
۸۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر (مرتبہ)، ادا جعفری نمبر 'نگار'، پاکستان، سالنامہ ۱۹۹۸ئ، ص:۲۹
۹۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، امرائو طارق (مرتبہ) ادا جعفری فن و شخصیت، ص:۳۱
۱۰۔ ادا جعفری، جو رہی سو بے خبری رہی، ذکی سنز، کراچی، اشاعت اول، ۱۹۹۵ئ، ص :
۱۱۔ ایضاً، ص:
۱۲۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، امرائو طارق (مرتبہ) ادا جعفری فن و شخصیت، ص:۸۱
۱۳۔ ایضاً، ص:۸۷
۱٤۔ ایضاً، ص:۱٦۰